ضیاء الدین صاحب۔ لاہوری

علی گڑھ کالج کے اصل مقاصد

اور

اُن کے نتائج

علی گڑھ کالج کے قیام کو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ اس دوران یہاں سے ہزاروں افراد تعلیم و تربیت کے مراحل طے کر کے سیاسی، سماجی، تعلیمی اور سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی سماجی حیثیت بلند کرنے میں اس ادارے نے ایک اہم کردار ادا کیا۔

کالج کے قیام سے قبل جب مسلمانوں کی تعلیم کے مقاصد کے تعین کے بارے میں غور و فکر ہو رہا تھا تو سرسیّد احمد خان نے "کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان" کے سیکرٹری کی حیثیت سے اس کے اجلاس میں جو تمہیدی گفتگو کی اس میں انہوں نے کہا۔

> "تعلیم ہمیشہ کسی خاص مقصد کے لئے نہیں ہوتی اور نہ کسی گروہ کثیر کا ہمیشہ ایک ہی مقصود ہوتا ہے بلکہ ایک گروہ کثیر میں مختلف جماعتوں کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں ہم جس طریقہ کے قرار دینے کی فکر میں ہیں وہ ایک بہت بڑے گروہ سے علاقہ رکھتا ہے"[1]

تعلیم و تربیت کے ادارے قائم کرتے وقت ان کے بانیوں کے ذہنوں میں چند مقاصد ایسے بھی ہوتے ہیں جو مصلحتاً اصل دستاویزات کی تحریر میں شامل نہیں کئے جاتے۔ مگر عمومی طور پر وقتاً فوقتاً مناسب موقعوں پر ان کا زبانی و تحریری اظہار ہوتا رہتا ہے۔ لہذا ان اداروں کے زیر تربیت اور تربیت یافتہ افراد کے ذریعہ یہ مقاصد عوامی زندگی پر لازمی اثر انداز ہوتے ہیں۔ بعض اوقات زمانہ ایسا رخ اختیار کرتا ہے۔ کہ ان میں سے چند مقاصد پس پشت چلے جاتے ہیں۔ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک وقت بانیان ادارہ کے تعین کردہ اہم ترین مقاصد کے بالکل برعکس مقاصد ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اور یہی ان اداروں کا طرۂ امتیاز بن جاتے ہیں۔ موخر الذکر صورت سے مفاد اٹھانے والے افراد مخصوص مصلحتوں کے تحت برعکس مقاصد کی کامیابی کا سہرا بھی ان بانیوں کے سر سجا دیتے ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد ہی ان

---

[1] تہذیب الاخلاق جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۸۹۵ء ص ۴۹۵

"نئے مقاصد" کے خلاف جدوجہد کرتا رہا ہوتا ہے۔ ایسے واقعات بھی مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جب بانیوں کی زندگی میں ہی کسی ادارے کی حکمت عملی میں ایسی تبدیلی آئی تو انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی مگر ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور خود انہیں ہی ادارہ سے الگ ہونا پڑا، یا کر دیا گیا۔ اگر یہ تبدیلی بانیوں کے انتقال کے بعد عمل میں آئے تو کامیابی کے حصول کی خاطر ان کی شہرت کو کام میں لایا جاتا ہے۔ اور نئے مقاصد کو بھی توڑ مروڑ کر ان ہی کے نام موسوم کر دیا جاتا ہے۔ اور یوں اس ادارہ کی ایک مسخ شدہ تاریخ جنم لیتی ہے۔

اگر علی گڑھ کالج کے اصل مقاصد کو سامنے رکھ کر بعد میں اس ادارے کی بعض مخصوص سرگرمیوں کا دیانت داری کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو بلاشبہ اس میں بھی مذکورہ بالا کیفیت نظر آئے گی۔ سرسید احمد خان کی زندگی میں بھی ایک ایسا موقع آیا جب ٹرسٹی بل کے مسئلہ پر انہیں کالج کے بعض ٹرسٹیوں سے سخت اختلاف ہو گیا اور انہوں نے یہاں تک دھمکی دے دی کہ "اگر ہم سے اختلاف کیا جاتا ہے تو ہم سکریٹری ہونا چھوڑ دیں گے۔ اور کالج کو ملیامیٹ کر دیں گے[1] مگر وہ چونکہ ایک مضبوط اور موثر شخصیت کے مالک تھے لہذا وہ کامیاب رہے۔ اور نتیجۃً مولوی محمد سمیع اللہ خاں، جو کسی وقت سرسید کی نگاہ میں "بانی و حامی اور عقل کل مدرسۃ العلوم"[2] تھے۔ اور ان کی پارٹی کو کالج سے الگ ہونا پڑا۔

سرسید اور ان کے شرکائے کار کی کامیابی نے کالج کے اصل مقاصد کو تقویت پہنچائی اور ایک عرصہ تک ان پر باقاعدہ عمل درآمد ہوتا رہا۔ مگر ان کے بعض قریب ترین معتمدین کو بھی کالج میں یورپین سٹاف کی حمایت میں سرسید کی انتہا پسندانہ پالیسی سے اختلاف رہا۔ اور وہ اسے کالج کے مقاصد کے لئے ضرر رساں سمجھتے رہے۔ سرسید کی زندگی کے آخری ایام میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ان کے معتمدین نے ہی سرسید کے خلاف اعلانیہ مخالفت کا فیصلہ کر لیا۔ نواب وقار الملک نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ پیسہ اخبار (۱۹۰۷ء) میں اس کی تفصیلات یوں بیان کی ہیں:-

"...... ان حالات کو دیکھ کر وہ لوگ، جن کو قوم کا زیادہ درد تھا، بہت فکر میں پڑ گئے تھے۔ اور باہم سرگوشیاں ہونے لگی تھیں اور بالآخر باوجود سرسید مرحوم و مغفور کے ان اقتدارات اعظم اور عظمت و جلال کے، جس کی دوسری نظیر شاید مدت تک نہ ملے گی۔ بعض ٹرسٹیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب ہم کو صرف اپنی قوم کی بہبودی کا خیال مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور جناب مرحوم و مغفور کی مروت کو قوم کے مقابلہ میں بالائے طاق رکھنا چاہئے مضامین کا ایک سلسلہ روزانہ پیسہ اخبار لاہور میں چھاپنا تجویز ہوا تھا جو گمنام نہ ہوتا بلکہ

---

[1] مضمون "ہال اور جھیرا" و "سرحد رگزٹ ناہن ۱۵ اکتوبر ۱۸۸۹، بحوالہ مقالات سرسید حصہ دہم مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء ص ۱۸۱

[2] مضمون "غلط فہمی" مندرجہ تہذیب الاخلاق (۱۸۷۹) منقول از برگ گل کراچی سرسید نمبر (طبع ثانی) ص ۳۴۸

اس پر ایسے لوگوں کے دستخط ثبت ہوتے جیسے کہ نواب محسن الملک اور شمس العلماء مولوی خواجہ الطاف حسین حالی اور ایک یہ خاکسار مشتاق حسین، اور مجھ کو اس وقت اچھی طرح یاد نہیں ہاں غالباً آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خان بہادر کے دستخطوں کا بھی ان مضامین پر ثبت ہونا تجویز ہو گیا تھا۔ ان مضامین کے ذریعہ سے یہ بات ثابت کرنی مقصود تھی کہ کالج کے قیام سے جو اصل مقصد تھا اب جناب مرحوم و مغفور اپنے ہاتھ سے اس کو برباد کر رہے ہیں۔ اور ٹرسٹیوں اور قوم کو چاہیے کہ وہ جناب مرحوم کی اس خود مختاری کو روکے اور کالج کو تباہی سے بچائے۔"

" پہلا نمبر اس سلسلہ مضامین کا میں نے اپنے قلم سے لکھا تھا۔ اور نواب محسن الملک بہادر اور شمس العلماء مولوی حالی صاحب کی خدمت میں، جو غالباً اس وقت علی گڑھ ہی میں تشریف رکھتے تھے، دستخطوں کے لئے بھیجا گیا تھا۔ کہ دفعتہً جناب مرحوم و مغفور کی رحلت کی خبر پہنچی۔ اور میں نے فوراً نواب محسن الملک کو تار دیا۔ کہ وہ مضمون واپس کر دیں کیونکہ اب ہمارے دلوں میں جناب ممدوح کی خوبیوں اور بے نظیر عمدہ اوصاف کے سوا اور کوئی خیال باقی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی وقت سے ان مضامین کا سلسلہ ترک کر دیا گیا۔ بلکہ دلوں سے بھی اس شکایت کو نکال دیا گیا۔ اور اس وقت بھی صرف کالج کے فوائد کی غرض سے اس کو ظاہر کیا گیا ہے۔" ؎1

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس کے بعد انہی نواب محسن الملک پر، جب کہ وہ کالج کے سیکرٹری تھے۔ نواب وقارالملک نے اس معاملے میں سرسید سے بھی زیادہ غلطیاں کرنے کا الزام لگایا۔ اپنے ایک مکتوب میں وہ مولانا حالی کو گذشتہ واقعہ کی یاد دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" ایک خاص مضمون بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اگر جناب سرسید مرحوم و مغفور ایک مہینہ بھی اور زندہ رہتے تو جناب اور نواب محسن الملک اور خاکسار کے دستخطوں سے ایک یادداشت ٹرسٹیوں میں جاری ہو چکی تھی کہ کالج کی خبر لیں اور اس کو یورپین سٹاف کے ہاتھوں چلے جانے سے روکیں۔ میں جواب کی مرتبہ علی گڑھ گیا تھا تو نواب محسن الملک بہادر کو میں نے وہ واقعہ یاد دلایا جس سے میری غرض یہ تھی کہ ایک تو وہ وقت تھا کہ جب وہ اس مقصد کے واسطے سرسید کی بھی پروانہ کرتے تھے۔ یا آج یہ دن ہے کہ خود اس سے زیادہ غلطیاں کر رہے ہیں۔" ؎2

؎1 بحوالہ تذکرہ وقار (مجد امین زبیری) مطبوعہ ۱۹۳۸ء، ص ۳ ۱۵۳/۱۵۴ ؎2 بحوالہ یادگار حالی (صالحہ عابد حسین) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۳۳

خود نواب محسن الملک ایک موقع پر سر سید سے اختلاف کی ضرورت پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:۔

" اگرچہ یہ صحیح ہے کہ سر سید نہایت عالی دماغ اور دور اندیش مدبر تھے۔ اور وہ شب و روز قومی ترقی کے خیالات میں مستغرق و منہمک رہتے تھے۔ وہ جو رائے قائم کرتے بعد غور کامل کے جو خیالات ظاہر کرتے اس کے ہر پہلو پہ گہری نظر ڈالتے اور اس وجہ سے کوئی دانشمند شخص یکایک سر سید کے خیالات سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ لیکن زمانہ کی حالت ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ اقتضائے زمانہ ہمیشہ دانش مندوں کو اپنے واجب الاحترام بزرگوں کی رائے سے اختلاف کرنے یا جدید تجاویز پیش کرنے کو مجبور کرتا ہے۔" [1]

بہر حال سر سید کے انتقال کے بعد کالج کے معاملہ میں ان کی اختیار کردہ حکمت عملی آہستہ آہستہ اپنی ڈگر سے ہٹتی گئی کالج کی غرض و غایت کا اصل تصور بھی ذہنوں سے محو ہوتا چلا گیا۔ نواب محسن الملک کے بعد نواب وقار الملک کالج کا انتظام سنبھالا۔ اور اس کے بعد دوسرے آئے۔ زمانہ کروٹ لے چکا تھا۔ اور کالج کو بھی نئے تقاضوں کے مطا اپنے اعلیٰ مقاصد تبدیل کرنا پڑے۔

علی گڑھ کالج کے خاص مقاصد کیا تھے۔ اس کے لئے سب سے پہلے ہم اصل دستاویز کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کالج کا سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈ لٹن کو جو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس "بانیان کالج کی نگاہ میں نمایاں مقاصد" بیان کرتے ہوئے آخر میں اس اہم مقصد کا ذکر کیا گیا ہے۔

" ہندوستان کے مسلمانوں کو سلطنت انگریزی کی لائق و کار آمد رعایا بنانا اور ان کی طبیعتوں میں اس قسم کی خیر خواہی پیدا کرنا جو ایک غیر سلطنت کی غلامانہ اطاعت سے نہیں بلکہ عمدہ گورنمنٹ کی برکتوں کی اصل قدر شناسی سے پیدا ہوتی ہے۔" [2]

کالج کے جو بھی اندرونی مقاصد تھے۔ سر سید کی مخالفت اور موافقت کے جوش میں ان کے بارے میں اپنے اپنے خیال کے مطابق طبع آزمائی کی گئی۔ بقول حالی

" ایک مدت تک سر سید کی نسبت لوگوں کو طرح طرح کی بدگمانیاں رہیں۔ ہزاروں آدمی یہ سمجھتے تھے کہ انگریزی تعلیم کی اشاعت سے مسلمانوں کو عیسائی یا لامذہب بنانا منظور ہے۔ اور ہزاروں یہ خیال کرتے تھے کہ مدرسہ قوم کے فائدہ کے لئے قائم نہیں کیا گیا بلکہ اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ

---

[1] مجموعہ لیکچرز و اسپیچز (نواب محسن الملک) مطبوعہ لاہور (۱۹۰۴ء) ص ۴۴۲

[2] ایڈریس اور اسپیچیں متعلق محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۹۸ء ص ۳۲

انگریزی سلطنت کو زیادہ استحکام ہو۔[1]

مندرجہ بالا خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا حالی لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ اس خیال کا دوسرا جزو صحیح تھا مگر پہلا جزو اس لئے غلط تھا کہ حالت موجودہ میں مسلمانوں کی قومی زندگی اسی بات پر موقوف ہے کہ انگریزی سلطنت کو زیادہ استحکام ہو" [1]

مخالفین مدرسہ کے خیالات سے قطع نظر ہم دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں خود سرسید کیا کہتے ہیں۔ ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت ان کے خیالات درج کئے جاتے ہیں۔

ذریعہ قومی ترقی۔ ہندو مسلم دونوں کے لئے

۱۸۸۴ء میں سرسید نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ پنجاب کا دورہ کیا جہاں انہوں نے متعدد جلسوں سے خطاب کیا۔ انجمن اسلامیہ امرتسر کے سپاس نامہ کے جواب میں انہوں نے کہا:۔

"مدرسۃ العلوم بے شک ایک ذریعہ قومی ترقی کا ہے۔ یہاں پر قوم سے میری مراد صرف مسلمانوں ہی سے نہیں ہے بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے" [3]

اس بیان کی وجہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے یہ دلیل پیش کی:۔

"..... ہندوؤں کی ذلت سے مسلمانوں کی اور مسلمانوں کی ذلت سے ہندوؤں کی ذلت ہے۔ پھر ایسی حالت میں جب تک یہ دونوں بھائی ایک ساتھ پرورش نہ پائیں۔ ساتھ ساتھ یہ دونوں دودھ نہ پییں۔ ایک ہی ساتھ تعلیم نہ پائیں۔ ایک ہی طرح کے وسائل ترقی دونوں کے لئے موجود نہ کئے جائیں۔ ہماری عزت نہیں ہو سکتی۔ مدرسۃ العلوم کے قائم کرنے میں میرا یہی مطلب تھا" [4]

اسی قسم کے خیالات کا اظہار انہوں نے انڈین ایسوسی ایشن لاہور کے سپاسنامہ کے جواب میں کیا اور کہا کہ انہیں اس بات پر افسوس ہوگا۔ "اگر کوئی شخص یہ خیال کرے گا کہ یہ کالج ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے"

آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کی تقلید کا عزم

"مدرسۃ العلوم مسلمانان کیا ہو گا" کے زیر عنوان اپنے ایک مضمون مطبوعہ ۱۸۷۲ء میں مدرسہ کے نظم و نسق اور مختلف علوم کے طریقہ تعلیم کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

"ہم اس مدرسۃ العلوم کو محمدن یونیورسٹی یعنی دارالعلوم مسلمانی بنانا اور بالکل آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کی جس کو ہم دیکھ آئے ہیں، نقل اتارنا چاہتے ہیں" [5]

---

[1] حیات جاوید (مولانا حالی) مطبوعہ کانپور ۱۹۰۱ء حصہ دوم ص ۲۱۷ [2] ایضاً [3] مکمل مجموعہ لکچرز و اسپیچز (سرسید) مطبوعہ لاہور ۱۹۰۰ء ص ۲۳۶ [4] ایضاً ص ۲۲۳ [5] ایضاً

اسی طرح انہوں نے ایک مضمون "طریقہ تعلیم مسلمانان ہند" میں نصاب اور طریق تعلیم کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا:

"کیمبرج اور آکسفورڈ کی دو یونیورسٹیاں ہماری ہدایت کے لئے موجود ہیں۔ بس صرف یہ ہم کو ان کی تقلید اور پیروی سے سلسلہ کتب درسیہ کا معین کرنا اور اسی طریق پر تعلیم دینا کافی ہوگا۔" [1]

ان کے خیال کے مطابق "آکسفورڈ اور کیمبرج کے قاعدہ کے موافق مدرسۃ العلوم کے قائم ہونے سے طالب علموں کے دلوں میں ایک نئی روح بھر جائے گی اور اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں کو بھی اپنی طرف راغب کرے گی۔" [2]

سب سے بڑا مقصد مسلمانوں اور انگریزوں میں دوستی

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس اجلاس چہارم منعقدہ علی گڑھ کے موقع پر ۸ جنوری فاؤنڈیشن ڈنر میں حاضرین جن میں مدرسۃ العلوم کے طالب علم بھی تھے بہ یک جا سے خطاب کرتے ہوئے سر سید نے کہا۔

"اے میرے دوستو! اور اے کالج کے طالب علمو تم یقین جانو کہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ خدا کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ اس کی اطاعت اور فرماں برداری اور پوری وفاداری اور نمک حلالی جس کے سایۂ عاطفت میں ہم امن وامان سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ خدا کی طرف سے ہمارا فرض ہے۔ میری یہ رائے آج کی نہیں ہے بلکہ پچاس ساٹھ برس سے میں اسی رائے پر قائم اور مستقل ہوں گورنمنٹ انگریزی اور قوم انگریز مسلمانوں کے ساتھ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اے مسلمانو! اگر تم بھی سچے خلوص اور سچی محبت اور سچی وفاداری اور سچی نمک حلالی سے گورنمنٹ انگریزی کے مطیع اور فرماں بردار رہو گے۔ تو خدا نے جو اپنے حاکم کی اطاعت کا فرض تم پر کیا ہے اس کو بھی ادا کرو گے اور اگر تم اپنے میں اور انگلش قوم میں کچھ دوری سمجھتے ہو اس کو بھی دور کر دو گے۔ کیونکہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی جو ہم پر حکومت کرتی ہے۔ سب سے پہلا فرض ہے۔" [3]

آخر میں انہوں نے کالج کے نشان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے امید ہے کہ تم اس نشان کو اپنے دلوں میں بھی نقش کرو گے اور یاد رکھو گے کہ اس کالج کا بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں اور انگریزوں میں اتحاد ہو اور وہ ایک دوسرے کے اغراض میں یک جان اور دو قالب ہو کر، جیسا کہ اس نشان میں کریسنٹ اور کراس یک جان و دو قالب ہیں شریک رہیں گے۔" [4]

---

[1] تہذیب الاخلاق جلد دوم محولہ بالا ص ۵۰۶ [2] تہذیب الاخلاق علیگڑھ ۱۵ رجادی الاول ۱۲۹۰ھ ص ۷۹ [3] مکمل مجموعہ لیکچرز محولہ بالا ص ۳۰۴۔ [4] روئداد محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اجلاس نہم مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۵ء ص ۱۶۹۔

اصلی مقصد ۔ مسلمانوں کو مذاق اور رائے و فہم کے اعتبار سے انگریز بنانا

سر سید نے اپنی ایک تحریر نوشتہ ۱۸۷۲ء میں ایم اے او کالج قائم کرنے کے اسباب اور مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھا:۔

" اصلی مقصد اس کالج کا یہ ہے کہ مسلمانوں میں عموماً اور بالتخصیص اعلیٰ درجہ کے مسلمان خاندانوں میں یورپین سائنسز اور لٹریچر کو رواج دے اور ایک ایسا فرقہ پیدا کرے جو از روئے مذہب کے مسلمان اور از روئے خون ہندوستانی ہوں مگر باعتبار مذاق اور رائے و فہم کے انگریز ہوں"[1]

خاص مقاصد پر عمل درآمد

کالج میں ان مقاصد کی تکمیل کے لئے متعدد اقدامات کئے جاتے رہے۔ نصاب کا بن کرتے وقت ان مقاصد کو مدنظر رکھا گیا۔ بورڈنگ ہاؤس کا نظام اس تربیت کا عملی مظاہرہ تھا اور وقتاً فوقتاً متعدد تقریبات میں تقریروں کے ذریعہ ان پر عمل درآمد کی تلقین کی جاتی۔ ۱۹۰۲ء میں نواب محسن الملک نے یونیورسٹیز کمیشن کے روبرو بطور شہادت جو تحریری تقریر کی اس میں انہوں نے علی گڑھ کالج میں مذہبی تعلیم کے بارے میں بتایا۔

" یہاں کی مذہبی تعلیم تعصب سے پاک ہے۔ تفرقہ کو دور کرنے والی ہے۔ غیر مذہب والوں سے اتحاد اور دوستی رکھنے کی تعلیم دیتی ہے۔ گورنمنٹ کی اطاعت اور سچی خیر خواہی کو جزو اسلام بتاتی ہے"[2]

انہی خیالات کا اظہار کالج کے ٹرسٹیوں کی طرف سے سر آک لینڈ کالون کو پیش کئے گئے سپاسنامے میں کیا گیا ہے[3]۔ اس معاملے میں بورڈنگ ہاؤس کا کردار کیا تھا۔ مولانا حالی لکھتے ہیں:۔

"شریفانہ اور باقاعدہ اطاعت و فرماں برداری جو ہر قوم کا اور خاص کر محکوم قوم کا زیور ہے، اس کی عادت ڈلوانے اور مشق کرانے کے جو ذریعے اس بورڈنگ ہاؤس میں موجود ہیں ظاہر ہندوستان کے کسی انسٹی ٹیوشن میں موجود نہیں ہیں"[4]

اسی موضوع پر نواب محسن الملک کے خیالات ملاحظہ فرمائیں:۔

" اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جو کچھ سامان تربیت کا یہاں مہیا کیا گیا ہے اور جس طریقہ سے یہاں بورڈر رکھے جاتے ہیں آج ہندوستان میں بے مثل ہے۔ ہر ایک بورڈر جو مدرسۃ العلوم کی چار دیواری میں قدم رکھتا ہے اپنے تئیں نئی آب و ہوا اور ایک نئی زندگی میں پاتا ہے اور اپنی گرد و پیش کی تمام چیزوں میں زندہ دلی اور شگفتگی اور حرکت اور جوش دیکھتا ہے

1۔ ایڈریسیں و اسپیچیں متعلق ایم اے او کالج محولہ بالا۔ دیباچہ ص۲   2۔ مجموعہ لیکچرز نواب محسن الملک (محولہ بالا) ص ۴۷۰

3۔ ایضاً   4۔ حیات جاوید (محولہ بالا) حصہ دوم ص ۹۴

کی

اس کے کانوں میں ہر طرف سے محبت، ہمدردی اور گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی کی آوازیں آتی ہیں اور وہ اپنے تمام جائز جذبات اور امنگوں کے لئے چاروں طرف آزادی کی راہیں کھلی پاتا ہے۔"[۱]

کامیابی کی نوعیت اور نتائج مخصوص تربیت کا کیا ثمر حاصل ہوا اور اس میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی سرسید نے ۱۸۹۶ء میں اپنی ایک تحریر میں اس کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا:۔

" ہمارا اصل خیال اور ہماری خاص غرض محمدن اینگلو اورینٹل کالج علیگڑھ کے قائم کرنے سے اُسی کے وسائل کا مہیا کرنا اور اپنی قوم کی متفقہ کوششوں سے کالج کو مثل آکسفورڈ یا کیمرج کی یونیورسٹی کے درجہ پر پہنچانا تھا۔ جو کامیابی ہم کو اس وقت تک اپنے ہم وطنوں اور اپنی ہمدرد حکمران انگریزی قوم کی اعانت و توجہ سے حاصل ہوئی ہے ...... وہ ہماری ابتدائی امیدوں سے بہت کچھ بڑھ کر ہے۔"[۲]

اسی قسم کے خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے انتقال سے چار ماہ پیشتر لارڈ ایلجن وائسرائے و گورنر جنرل ہندوستان کو علی گڑھ کالج کے ملاحظہ کے وقت دئے گئے سپاسنامہ میں کہا:۔

" کالج نے اپنے وجود کے بیس سال کے عرصہ میں تعداد طلبہ میں، عمارات میں اور شہرت میں اس قدر ترقی کی ہے کہ ہم کو اس کی توقع نہ تھی۔"[۳]

جہاں تک کالج کے ذریعہ انگریزوں اور مسلمانوں میں دوستی قائم کرنے کی کوششوں کا تعلق ہے سرسید کے خیال کے مطابق "اس میں بہت بڑی کامیابی ہوئی"[۴] اور نواب محسن الملک کی نگاہ میں یہ وہ کالج ہے "جہاں کا طالب علم ہونا پبلک اور گورنمنٹ دونوں کے نزدیک عمدہ تعلیم، پاکیزہ خیالات، پسندیدہ اخلاق، قومی محبت اور گورنمنٹ کی وفاداری کی کافی سند سمجھی جاتی ہے۔"[۵] انگریز لفٹیننٹ گورنر نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ

" اس کالج کے طالب علموں میں یہ صفت ہے کہ راست باز اور دلیر اور گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں"

سرسید نے اس موقع پر طالب علموں سے خطاب میں گورنر کے ان الفاظ کو دہراتے ہوئے تلقین کی کہ:۔

" اس کو کبھی مت بھولنا اور اپنی پرائیویٹ اور پبلک لائف میں نہایت مضبوطی سے اس پر قائم رہنا"[۶]

مولانا حالی محمدن کالج کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے کامیاب طلبہ کے نتائج سے عدم اطمینان کا اظہار

---

[۱] مجموعہ لکچرز نواب محسن الملک (محولہ بالا) ص ۴۶۶ [۲] ایضاً، ص ۳۲۳ [۳] ایضاً [۴] مکمل مجموعہ لکچرز سرسید (محولہ بالا) ص ۳
[۵] اوراق گم گشتہ (مرتبہ رئیس احمد جعفری)، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۴۶۶ [۶] مکمل مجموعہ لکچرز سرسید محولہ بالا ص ۵۳۱

کرتے ہیں، ملازمت میں کالج کے طلبہ کی تعداد کے اعداد و شمار بیان کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں :-

"ان نتائج سے محمڈن کالج کی کوئی ایسی خصوصیت ظاہر نہیں ہوتی جس کی رو سے اس کو ہندوستان کے اور کالجوں پر ترجیح دی جا سکے۔ یا اس کو مسلمانوں کے حق میں زیادہ مفید سمجھا جائے۔ سوا اس کے کہ اس کالج میں ہندوستان کے اور کالجوں کی نسبت مسلمان طلبہ کی تعداد کسی قدر زیادہ پائی جاتی ہے۔ کوئی تفاوت تعلیم اور نتائج تعلیم کے لحاظ سے محسوس نہیں ہوتا۔ نہ یہاں کے طالب علموں نے آج تک فضیلت اور علمی لیاقت میں اور کالجوں کے طلبہ پر کوئی صریح فوقیت دکھائی ہے۔ اور نہ یہ ثابت کیا ہے کہ یونیورسٹی کے نتائج امتحان میں اس کالج کے تعلیم یافتہ بہ نسبت دیگر کالجوں کے زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ لیس تا وقتیکہ کوئی وجہ امتیاز کی نہ بتائی جائے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر اور اس سے مفید تر کوئی انسٹی ٹیوشن نہیں ہے" [1]

اور آخر میں وہ مدعا و مقصد و توقعات جن کے لئے علی گڑھ کالج کی داغ بیل ڈالی گئی۔ نواب محسن الملک کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔

"اس کالج تو بویا سرسید نے، اب جب کہ یہ پھلے پھولے گا اور اس میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تہذیب، شائستگی، علمی قابلیت اور گورنمنٹ کی وفادار رعایا ہونے کی حیثیت سے آپ اپنی مثال ہوں گے۔ تو اس وقت گورنمنٹ انگریزی کی برکتوں اور آزادی کی بشارت دینے پھریں گے" [2]

---

[1] حیات جاوید (محولہ بالا) حصہ دوم ص ۸۷ [2] مجموعہ لکچرز نواب محسن الملک (محولہ بالا) ص ۴۸۲

الخیر کا "براۃ حضرۃ تھانوی" نمبر

قادیانیوں کی جانب سے حکیم الامت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ پر لگائے گئے بے بنیاد الزام محقق عصر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کے قلم سے تحقیقی، علمی اور تاریخی جواب ـــــ ساڑھے تین روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ماہ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ کا شمارہ طلب فرمائیں

سٹاک محدود ہے

دفتر ماہنامہ "الخیر" جامعہ خیر المدارس ملتان

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED